قیمت .. .. پانچ آنے

اصلاح پسند سوشلسٹوں کا اصلی کام

موجودہ دور میں داہنے بازو کے سوشلسٹوں کی سیاسی سرگرمیاں تقریباً اسی قسم کی ہیں جس قسم کی لینن کے زمانہ میں اصلاح پسند سوشلسٹوں کی تھیں اور جن کی لینن نے بڑی سخت مذمت کی تھی۔ لینن کے خیالات ان کی سرگرمیوں اور خاص طور سے سرمایہ دار سماج میں ان کی سرگرمیوں کے متعلق کیا تھا؟ لینن نے ۱۹۱۹ء میں ایک مضمون لکھا تھا جس میں ریمزے میکڈانلڈ (جو اس وقت برطانیہ کی لیبر پارٹی کے لیڈر تھے) کی دغابازی کا پردہ فاش کیا تھا۔ اس میں انھوں نے بتلایا تھا:-

"سرمایہ داروں کو ہمیشہ ایسے بغل بچوں کی ضرورت [illegible] مزدوروں کا ایک حصہ اعتماد رکھتا ہو۔ جو نہایت خوبصورت الفاظ میں باتیں بنا سکیں اور لوگوں کو یہ یقین دلا سکیں کہ اصلاح پسندی کے راستہ پر چلنے سے آگے بڑھ سکتے ہیں۔ اپنی باتوں سے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک سکیں اور نہایت خوش نما الفاظ میں اصلاح پسندی کے راستہ کے امکانات بتا سکیں۔"

ان اصلاح پسند سوشلسٹوں اور مارکس اور اینگلس کے زمانہ کے سوشلسٹوں جن کے متعلق انھوں نے کمیونسٹ مینی فیسٹو میں بورژوا سوشلسٹ کا لفظ استعمال کیا ہے کوئی فرق نہیں ہے۔ مارکس اور اینگلس نے لکھا تھا "یہ بورژوا سوشلسٹ موجودہ سماجی حالات سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے جدوجہد کرنا یا خطرہ مول لینے کے لئے وہ تیار نہیں ہیں۔ وہ سماج کو موجودہ حالت ہی میں رکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی اسے

انقلابی اور مرنے والے عناصر سے پاک کرنا چاہتے ہیں "
مارکس اور انگلس نے ان کے متعلق آگے چل کر لکھا تھا کہ یہ بورژوا سوشلسٹ تھوڑی سی معاشی اور انتظامی اصلاحات مل جانے پہ "ہر قسم کی انقلابی تحریک کو مزدوروں کی نظروں میں گرانے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ سماجی شکایتیں اس لئے دور کروانا چاہتے تھے کہ سرمایہ داری سماج اسی طرح باقی رہ سکے "

لینن نے ۱۹۱۷ء میں ٹراٹسکی، کاٹسکی اور دوسری انٹرنیشنل (سوشلسٹوں کا دوسرا بین الاقوامی ادارہ) کے دوسرے پیروؤں کی موقع پرستی کے متعلق ان ہی کے الفاظ میں لکھا تھا۔

"بورژوا اصلاح پسند اور صلح پسند لوگ وہ ہیں جنھیں اپنے کام کا کسی نہ کسی شکل میں "معاوضہ" ملتا ہے اور وہ سامراجی حکومت کو مضبوط بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے لئے وہ عوام کو خاموش رکھنے اور انقلابی جدوجہد کے راستے سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں "

لینن اور مارکس کے زمانہ کے اصلاح پسند سوشلسٹوں کی ان مشترکہ باتوں پہ غور کرتے وقت ہمیں ان کے فرق کو بھی نہیں بھولنا چاہئیے۔ مارکس اور انگلس کے زمانہ کے بورژوا سوشلسٹ مزدور طبقہ کی تنظیموں کے اندر نہیں تھے۔ ساتھ ہی ان میں آپس میں اتحاد بھی نہیں تھا۔ اس کے پچاس سال بعد ان سوشلسٹوں نے جن کا ذکر لینن نے کیا ہے مزدور تنظیموں میں کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور اپنے کو سرمایہ داری سماج کے مطابق اور زیادہ ڈھال لیا تھا۔ اکثر جگہ اسی قسم کے اصلاح پسند سوشلسٹ پارٹیوں اور مزدور سبھاؤں پر چھائے ہوئے تھے۔ انھوں نے سرمایہ داروں کا نقطۂ نظر پوری طرح اختیار کر لیا۔ لیکن مزدور تنظیموں سے اپنا تعلق بھی منقطع نہیں کیا۔ وہ وہاں ڈٹے رہے اور اپنا نام "سوشلسٹ" ہی رکھا۔ لیکن ہمیشہ مزدور طبقہ سے غداری کرتے رہے وہ

سرمایہ داروں کے حکم پر چلتے رہے اور مزدوروں کی تحریک کو سرمایہ داروں کے مفاد کا پابند بنا دیا۔

یہ اصلاح پسند سوشلسٹ سرمایہ دار سوشلسٹوں کی ایک نئی قسم ہیں لیکن یہ اُن پرانے سوشلسٹوں سے کہیں زیادہ خطرناک ہیں۔

جیسا کہ اوپر آچکا ہے لینن نے سامراجی دور کے اصلاح پسند سوشلسٹوں کا ذکر کرتے ہوئے اس پر زور دیا تھا کہ انھیں اپنی خدمات کے صلہ میں سرمایہ داروں سے کسی نہ کسی شکل میں معاوضہ ضرور ملتا ہے۔ سرمایہ دار انہیں ہزاروں مختلف طریقوں سے رشوتیں دیتے ہیں۔ لینن نے ایک اور جگہ لکھا ہے کہ یہ لوگ "مزدور تحریک میں سرمایہ داروں کے حقیقی ایجنٹ ہیں"۔

۱۹۱۴ء کی جنگ کے زمانہ میں جبکہ سرمایہ داری نظام میں بحران داخل ہو گیا تھا اور روس کے مزدور طبقہ نے لینن اور سٹالن کی رہنمائی میں اکتوبر کے عظیم الشان انقلاب کو کامیاب بنایا اور یورپ کے دوسرے ملکوں میں انقلابی لہر بڑھنے لگی تو اس موقع پر اصلاح پسند سوشلسٹوں نے اس انقلابی لہر کو آگے بڑھانے میں مدد دینے کی بجائے ان تمام مزدور تنظیموں کو جو ان کے اثر میں تھیں اس لہر کو روکنے کے لئے استعمال کیا اور یہ چیز ہر شخص جانتا ہے کہ اس زمانہ میں سرمایہ داروں نے اصلاح پسند سوشلسٹوں کی مدد سے جرمنی، آسٹریا ہنگری، اٹلی اور یورپ کے دوسرے ملکوں میں سرمایہ داری نظام کو بچا لیا اور انقلاب کو ناکام بنا دیا۔

اصلاح پسند سوشلسٹ پارٹیوں نے اس زمانہ میں کمیونسٹ تحریک اور سوویت یونین کے خلاف نہایت زہریلا اور گندہ پروپگنڈا شروع کیا۔ انھوں نے سرمایہ داروں کو ہر طرح یقین دلایا کہ وہ سوویت یونین، کمیونزم اور پرولتاری طبقہ کی طبقہ واری جد وجہد کے خلاف لڑائی میں سوشلسٹوں پر پوری طرح بھروسہ کر سکتے ہیں۔

جرمنی کے سوشلسٹوں نے خاص طور سے ۱۹۲۳ء اور ۱۹۳۲ء کے درمیان ایسی پالیسی اختیار کی جس کے ذریعہ وہ بڑے سرمایہ داروں کو اطمینان دلاتے رہے کہ وہ ان پر اتنا ہی بھروسہ کرتے ہیں جتنا نازیوں پر۔ اس عرصہ میں جب وہ حکومت کی گدی پر رہے اسی پالیسی پر چلتے رہے۔ لیکن ۱۹۳۲ء کے بعد جرمنی کے سرمایہ داروں نے اور زیادہ قابل اعتبار ساتھی یعنی ہٹلر کو ان پر ترجیح دی۔ اس لئے کہ نازی یہ وعدہ کر رہے تھے کہ وہ مزدور تحریک کو پوری طرح کچل دیں گے۔ جنگی ٹھیکوں سے سرمایہ داروں کو بے حساب منافع ملے گا۔ اور جرمنی کو لوٹ کے لئے بہت سارے علاقے مل جائیں گے۔

جرمن سرمایہ داروں کی طرح ساری دنیا کے رجعت پسندوں نے فاشزم کی مدد کی۔ وہ چاہتے تھے کہ ہٹلر سوویت یونین پر حملہ کرے اور اس کے لئے اسے پوری مدد دی۔ برطانیہ اور فرانس کی پالیسی میونخ میں آ کر ناکام ہوگئی۔ اسٹالن کی بے نظیر بیرونی پالیسی کی وجہ سے سوویت یونین کو جرمن فاشسٹوں کے مقابلہ کی تیاری کے لئے اور ڈیڑھ سال مل گیا اور جب ہٹلر نے لڑائی چھیڑ دی تو اصل قوت جس نے اسے شکست دی وہ سوویت یونین تھی۔

رجعت پرستوں نے میونخ میں ہٹلر سے سمجھوتہ کرتے وقت جو کچھ سوچا تھا جنگ کے بعد اس کا نتیجہ بالکل الٹا نکلا۔ سرمایہ داری نظام مضبوط بننے کی بجائے اور زیادہ کمزور ہوگیا۔ بحران سے نکلنے کی بجائے اس کی حالت اور بھی زیادہ خراب ہوگئی۔ سوویت یونین نے فاشسٹ جرمنی اور اس کے اصل ساتھیوں پر کاری ضرب لگائی اور انہیں تباہ کر دیا۔ جس وقت جنگ ختم ہوئی تو اس وقت سوویت یونین دنیا کا سب سے زیادہ طاقتور ملک تھا۔ اس کے برعکس سامراجیوں کی صف بے حد کمزور ہو چکی تھی۔ فاشسٹ جرمنی، اٹلی اور جاپان اس صف سے نکل کر ختم ہو چکے تھے۔ [illegible] یورپ کے نئے جمہوری ممالک [illegible] نے سامراجیوں کے جوئے سے آزاد کر دیا تھا۔ سامراجی نظام

نکل چکی تھی۔ یورپ کے دوسرے ملکوں میں سرمایہ داری نظام کے خلاف عوام کا غصہ بڑھتا ہی جاتا ہے۔ کمیونسٹ پارٹیوں کا اثر بہت بڑھ گیا ہے کئی محکوم ملکوں میں وہاں کے عوام نے سامراج سے لڑائی چھیڑ دی ہے۔ سرمایہ داری کے اندرونی تضاد بے حد شدید ہو گئے ہیں اور اس نوبت پر پہنچ گئے ہیں کہ جس سے نہایت تباہ کن معاشی بحران سیاسی لڑائی اور مختلف طبقوں میں آپس میں زبردست ٹکر کا ڈر ہے۔

ان حالات میں مغربی یورپ کے سرمایہ دار اصلاح پسند سوشلسٹوں کے بغیر ایک دن نہیں گذار سکتے۔ سرمایہ داروں کو ان کی مدد کی آج جتنی ضرورت ہے اتنی کبھی نہ تھی۔ مزدور طبقہ اور نچلے متوسط طبقہ کی بڑھتی ہوئی سیاسی سرگرمیوں کو روکنے اور ان میں انتشار پیدا کرنے کے لئے آج اصلاح پسند سوشلسٹوں سے زیادہ کون موزوں اور کارآمد ہو سکتا ہے۔ اور ان سے زیادہ سرمایہ داروں کی خدمت کون کر سکتا ہے بڑے بڑے سرمایہ دار جو بنکوں اور بڑے بڑے کارخانوں پر سانپ کی طرح بیٹھے ہیں اور عوام کو پوری بے دردی کے ساتھ لوٹ رہے ہیں۔ عوام میں ان کے خلاف سخت غصہ ہے۔ اور وہ بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ اصلاح پسند سوشلسٹ ان حالات میں اور زیادہ کوشش کر رہے ہیں تاکہ عوام کو دھوکہ دیں۔ ان میں انتشار پھیلائیں اور سیاسی طور پہ گمراہ کریں۔ ساری دنیا کے محنت کش عوام میں سوویت یونین سے بڑی محبت اور ہمدردی ہے۔ سوشلسٹ اس ہمدردی کو ختم کرنے کے لئے سوویت یونین کے خلاف ہر طرح کے جھوٹ اور افترا سے کام لیتے ہیں اور بے بنیاد باتیں پھیلاتے ہیں۔ کمیونسٹ پارٹیوں کے بڑھتے ہوئے اثر کو مٹانے کے لئے وہ ان کے خلاف سخت زہریلا اور جھوٹا پروپگنڈہ کرتے ہیں اور جو ایماندار سوشلسٹ ان کے ساتھ مل کر کام کرتے ہیں انہیں بھی اپنے بے ایمانوں کا نشانہ بناتے ہیں۔

مزدور اجرت بڑھوانے اور کام کے حالات بہتر بنوانے کے لئے جو جدوجہد کرتے ہیں اس کو سرمایہ دار خود نہیں رکوا سکتے۔ انہیں کچھ ایسے ایجنٹوں کی ضرورت ہوتی

سے جو مزدور سبھاؤں پر اثر رکھتے ہوں۔ ان کے عہدہ دار ہوں یا وزیر وغیرہ ہوں اور یہ کام اصلاح پسند سوشلسٹ انجام دے لیتے ہیں۔

جنگ کے زمانہ میں مزدوروں میں اتحاد کا جو زبردست جذبہ ابھرا ہوا تھا اس سے رجعت پرست سرمایہ دار بہت خوفزدہ ہو گئے تھے۔ لیکن اصلاح پسند سوشلسٹوں کی مدد سے وہ ان میں کامیاب ہو گئے کہ مغربی یورپ کے سوشلسٹ مزدور رجعت پسندوں کے خلاف لڑائی میں کمیونسٹ مزدوروں کے ساتھ متحد نہ ہونے پائیں۔ برطانیہ کی لیبر پارٹی نے اس کی خاص طور پر کوشش کی۔ جہاں تک ممکن ہو سکے مزدوروں کا متحدہ محاذ نہ بننے پائے۔

یہ چیز خاص طور پر غور کے قابل ہے کہ برطانیہ کے مشہور سوشلسٹ اور لیبر لیڈر پروفیسر ہیرالڈ لاسکی اس سلسلہ میں یورپ کا کافی سفر کر چکے ہیں اور انھوں نے باقاعدہ کوشش کی ہے کہ مزدوروں میں اتحاد قائم نہ ہونے پائے۔ یہ لاسکی صاحب وہی ہیں جو جنگ کے زمانہ میں مزدور اتحاد پر بڑے زور شور کے ساتھ تقریریں کیا کرتے تھے۔ اور مزدوروں کو سمجھاتے تھے کہ یہ اتحاد جنگ کے بعد بھی باقی رکھنا کتنا ضروری ہے۔ اس وقت (جنوری ۱۹۴۳ء کا "لفٹ نیوز") انھوں نے اس کی بڑی مذمت کی تھی کہ مزدوروں میں پھوٹ ہے اور وہ کمیونسٹوں اور سوشلسٹوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ انھوں نے اس وقت خبردار کیا تھا کہ اگر مزدوروں نے متحدہ طور پر قدم نہیں اٹھایا تو فتح ان کے لئے رحمت نہیں بلکہ خطر بن جائے گی۔ پہلی جنگ کے بعد اس پھوٹ کی وجہ سے جرمنی اور اٹلی میں مزدور تحریک بے حد کمزور ہو گئی اور اگر اس جنگ کے بعد مزدور طبقہ میں پھوٹ رہی تو یہ جنگ آزادی نہیں لائے گی بلکہ غلامی کے لئے راستہ تیار کرے گی۔

ہیرالڈ لاسکی اور دوسرے لیبر لیڈروں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس چیز کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ مزدوروں کے اتحاد کے کیا معنی ہیں اور مزدور تحریک میں اس کی کیا اہمیت ہے۔ اور چونکہ لیبر لیڈر اس اتحاد کے معنی اچھی طرح سمجھتے تھے۔ اس

لئے جنگ کے بعد انہوں نے برطانیہ کی مزدور تحریک کو متحد نہیں ہونے دیا۔ بلکہ دوسرے ملکوں کی مزدور تحریک میں پھوٹ ڈالنے کی پوری کوشش کی۔ یہ اصلاح پسند سوشلسٹ اپنے آقاؤں یعنی سرمایہ داروں کے اشاروں پر چلتے ہیں۔ اس وقت سرمایہ داروں کا مطالبہ یہ ہے کہ مزدوروں میں پھوٹ ڈالی جائے اور یہ سوشلسٹ اس حکم کی تعمیل میں غدّاری کر رہے ہیں۔

برطانیہ کے لیبر لیڈر اور فرانس کے اصلاح پسند سوشلسٹ نہ صرف مزدوروں میں پھوٹ باقی رکھنا چاہتے ہیں بلکہ اس خلیج کو اور وسیع کر رہے ہیں۔ تاکہ وسطی اور مغربی یورپ میں ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ اگر یہاں انقلابی حالات رونما ہوں تب بھی مزدور طبقہ سرمایہ داری پر آخری وار کرنے کے لئے متحد نہ ہو سکے۔ اسی پر اکتفا نہیں ہے بلکہ یہ سوشلسٹ لیڈر مزدوروں کے عزم، ارادے اور ہمت کو کمزور کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں تاکہ وہ انقلابی قدم اٹھانے کا ارادہ ہی نہ کر سکیں۔ اس کے لئے وہ مزدوروں میں ایسی باتیں پھیلاتے ہیں جس سے ان میں اپنی طاقت کا احساس نہ پیدا ہو بلکہ وہ اپنے کو کمزور سمجھنے لگیں۔ وہ انہیں رات دن خدا اور سرمایہ داروں کے قہر سے ڈرایا کرتے ہیں اور ان میں کمیونسٹ دشمنی کا زہر پھیلاتے رہتے ہیں۔

اصلاح پسند سوشلسٹ ان سب چیزوں کے لئے اپنی حکومت کے پورے کل پرزے استعمال کرتے ہیں۔ اس سے ان کی بے چینی کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اب بھی جو مزدور ان کے اثر میں ہیں ان میں گمراہی پیدا کرتے ہیں۔

فرانس کی سوشلسٹ پارٹی کے لیڈر لیون بلوم جو اصلاح پسندوں کے ذہنی لیڈر سمجھے جاتے ہیں صاف صاف یہ کہتے ہیں کہ سوشلسٹ جہاں کہیں کسی سرمایہ دار سماج میں حکومت کے لیڈر ہوں وہاں انہیں پوری وفاداری کے ساتھ اس سماج کے [illegible] کا کام انجام دینا چاہیئے (یعنی سرمایہ داروں کی خدمت بجا لانی چاہیئے

اوران کی طرف سے ان کے منیجر کی حیثیت سے حکومت کرنی چاہئے۔" ۱۹۴۶ء میں انھوں نے سوشلسٹ پارٹی کی طرف سے کانگریس کو مخاطب کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر سوشلسٹ پارلیمنٹ میں اکثریت ہی میں کیوں نہ آجائیں تب بھی انھیں "سرمایہ دار سماج کے حقیقی نمائندے" کی حیثیت سے خدمت بجالانی چاہئے۔ بلوم کو مزدور طبقہ کے مفاد۔ اس کے ساتھ وفاداری اور ایمانداری سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اصلاح پسند سوشلسٹ سرمایہ داروں کے خادم ہیں اور چند ٹکڑوں کے لئے ان ہی کی خدمت میں لگے رہتے ہیں۔ ان کی قسمت سرمایہ داروں اور خاص طور پر بڑے سرمایہ داروں کی خدمت سے بندھی ہوئی ہے۔ ان ہی سرمایہ داروں کی طاقت اور قوت پر ان کے اثر کا انحصار ہے۔

اس چیز کا سب سے زیادہ اظہار مشرقی یورپ کی جمہوریتوں مثلاً پولینڈ چیکوسلواکیہ وغیرہ میں ہوا ہے۔ یہاں جیسے ہی بڑے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کی دولت، کارخانے اور جائداد ختم ہوئی، اثر ختم ہوا۔ اسی کے ساتھ ہی اصلاح پسند اشتراکیوں کا اثر بھی عوام میں ختم ہو گیا۔ جن ملکوں میں سرمایہ داروں کے یہ چند غلام رہ گئے ہیں تو وہاں بھی ان کی حالت زندہ لاشوں کی سی ہے۔ بعض جگہ زندگی کے کچھ آثار ہیں تو صرف اس قدر کہ چھپ کر نہایت بودے پن سے سازشیں کر لیتے ہیں۔ بعض جگہ یہ لٹیرے اور ڈاکوؤں میں مل گئے ہیں اور غیر ملکی سامراجیوں کے ٹکڑوں پہ جیتے ہیں۔

یہ کس قسم کے سوشلسٹ ہیں؟

اصلاح پسند سوشلسٹ اپنے آقاؤں یعنی سرمایہ داروں کی خدمت کامیابی کے ساتھ اسی وقت تک کر سکتے ہیں جب کہ وہ ان مزدوروں میں اپنا اثر باقی رکھ سکیں۔

جواب بھی ان کے ساتھ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ سوشلزم کی نقاب اوڑھے رہتے ہیں۔

لیکن وہ حقیقی سوشلزم سے نفرت کرتے ہیں ایسی سوشلزم سے جیسی سوویت یونین میں قائم ہے۔ جہاں کا ایک کارخانہ یا ایک کاروبار سرمایہ دار کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ جہاں لوٹنے والا ایک شخص بھی نہیں ہے۔ جہاں انسان کو انسان لوٹ نہیں سکتا۔ یہ کہنا تو بالکل بے کار ہے کہ سوشلزم کا صرف ایک طریقہ ہے اور وہ جو کہ سوویت یونین میں اختیار کیا گیا ہے۔ سوشلسٹ بھی اس چیز کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ جہاں حقیقی سوشلزم نافذ ہوگا وہاں سرمایہ دار کا گذر نہیں ہوگا۔ اور جہاں سرمایہ دار نہیں ہوگا وہاں بورژوا سوشلسٹ کے لئے جگہ کہاں رہ جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بھی اصل سوشلزم سے اتنی ہی نفرت کرتے ہیں جتنی ایک سرمایہ دار کرتا ہے۔

لیکن انھیں سوشلسٹ مزدوروں کا اعتماد بھی حاصل کرنا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ یہ اصلاح پسند سوشلسٹ کوئی ایسی چیز پیش کریں جسے وہ سوشلزم کہہ کر مزدوروں کو دھوکہ دے سکیں۔ اس کی اس وقت اور بھی زیادہ سخت ضرورت ہے اس لئے کہ فاشسٹوں کے خلاف آزادی کی جنگ کے زمانہ میں برطانیہ، فرانس اور دوسرے بہت سارے ممالک میں سوشلزم کے خیالات بہت پھیلے ہیں۔ یہ لفظ مزدوروں میں بے حد مقبول ہو گیا ہے۔ مزدوروں میں سوشلزم کے اور انقلابی جذبات اتنے گھر کر گئے تھے کہ برطانوی لیبر پارٹی کے لیڈر بھی ۱۹۴۳ء میں سوشلزم کی باتیں کرنے لگے۔ ۴۵ء میں برطانیہ میں انتخابات ہوئے تو لیبر پارٹی کے لیڈروں نے اپنے اعلان نامہ میں وعدہ کیا کہ اگر وہ جیت گئے تو برطانوی صنعتوں کا بڑا حصہ قومی ملکیت بنا دیا جائے گا۔ بڑے بڑے اجارہ دار کاروبار اور کارخانے مل وغیرہ حکومت اپنی نگرانی میں لے لے گی۔ اور پیداوار اور قیمتوں پر کنٹرول قائم کیا جائے گا۔ وغیرہ۔ اور اس کو مقبول بنانے کے

سلئے لیبر پارٹی کے لیڈر مثلاً لاسکی وغیرہ یہ کہنے لگے کہ "ہم اس سماج میں جس میں سرمایہ داری نظام چھایا ہوا ہے سوشلزم کی بنیاد رکھ دیں گے۔ اور اس طرح لوگوں کی مرضی سے سوشلسٹ انقلاب کردیں گے۔"

انتخابات ہو گئے اور لیبر پارٹی کو اکثریت ملی۔ اب اس کے سلئے موقع تھا کہ اپنے وعدے پورے کرتی۔ لیکن لیبر پارٹی نے صرف اس ہی حد تک قدم اٹھایا جس حد تک سرمایہ داروں کی مرضی حاصل تھی۔ مثلاً بینک آف انگلینڈ کے حصہ داروں نے اپنے حصے خوشی سے حکومت کے ہاتھ بیچ دئے اور انھیں حکومت سے اتنا معاوضہ ملا کہ سالانہ ۱۴ فی صدی آمدنی ہوتی ہے۔ یہی حال کوئلہ کی صنعت کا ہوا۔ اس کے مالکوں نے بہت بڑے معاوضہ پر کانیں حکومت کے حوالے کردیں۔ اس لئے کہ ان کانوں کی حالت اتنی خراب ہو چکی ہے کہ یہ سرمایہ دار اب منافع پر نہیں چلا سکتے۔ خود ایندھن اور طاقت کے وزیر مسٹر شنول نے بھی اسی طرح کا بیان دیا تھا۔

ان چیزوں کو لے کر لیبر پارٹی کے ڈھنڈورچی ساری دنیا کو یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ برطانیہ میں سوشلزم کی تعمیر ہو چکی ہے۔ یہ سب بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔ بہت سارے ایسے سرمایہ دار ملک ہیں جہاں ریلیں اور سرکاری بینک شروع ہی سے حکومتوں کی ملکیت ہیں۔ صرف بینک آف انگلینڈ کو سرکاری ملکیت بنانے سے سوشلزم نہیں آگیا۔ اس سلئے کہ اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ اس کا انتظام زیادہ مکمل کر لیا جائے تاکہ وہ اجارہ داری اور سرمایہ داری کی زیادہ بہتر خدمت کر سکے۔

اصلاح پسند سوشلسٹ اکثر یہ کہا کرتے ہیں کہ برطانیہ میں کوئلہ کی صنعت کو قومی ملکیت بنانا بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ عوامی جمہوریتوں میں بڑی صنعتوں کو قومی ملکیت بنایا گیا ہے۔ لیکن حقیقتاً یہ دونوں بالکل مختلف چیزیں ہیں۔ پہلی چیز تو یہ ہے کہ برطانیہ میں کوئلہ کی صنعت سرمایہ داروں کی مرضی سے قومی ملکیت بنائی گئی ہے یہ دکھ

سرمایہ داری اپنے ارتقاء کی ایسی منزل پر پہونچ گئی تھی کہ اس کا قومی ملکیت بنانا ضروری تھا۔ اس سے سرمایہ داری کو مضبوط بنانے کا کام لیا گیا۔ اس کے برعکس عوامی جمہوریتوں میں صنعتوں کو قومی ملکیت بنانے کے معنی یہ ہیں کہ موجودہ سرمایہ داری کا راستہ ترک کر کے سوشلزم کا راستہ اختیار کیا جائے۔

یہاں ایک فرق اور ہے اور وہ یہ کہ صنعتوں کو جو حکومت قومی ملکیت بناتی ہے وہ کس طبقہ کی حکومت ہے۔ اگر اس نئے اجارہ داری، سرمایہ داری دور میں ایک سرمایہ دار حکومت کسی صنعت کو خرید کر اپنے قبضہ میں لے لیتی ہے تو یہ اس سے بالکل مختلف ہے کہ ایک حکومت جس پر سرمایہ داروں کا نہیں بلکہ محنت کش عوام کا قبضہ ہے اور وہ بڑی صنعتیں اپنے قبضہ میں کر لیتی ہیں۔ پہلی صورت میں اس صنعت پر اجارہ دار سرمایہ دار کا اقتدار اسی طرح باقی رہتا ہے اور تمام سرکاری اداروں اور اجارہ دار سرمایہ داروں کے اپنے ذاتی اداروں کے درمیان گہرا تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ اور یہ سب سرمایہ داروں کے مفاد کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس دوسری صورت میں یعنی عوامی جمہوری ملکوں میں اجارہ داری سرمایہ داری کا پورا نظام ہی ختم ہو جاتا ہے۔

برطانیہ کی کوئلہ کی صنعت میں وہی ہو رہا ہے جس کا ذکر اوپر پہلے آیا ہے۔ اس صنعت کو چلانے کے لئے جو بورڈ بنایا گیا ہے اس کے زیادہ تر ممبران کانوں کے پرانے مالک ہیں۔ اور جیسا کہ لندن ٹائمز نے ۲۱ دسمبر ۱۹۴۵ء کو لکھا تھا کہ "اس بورڈ کا دستور ایسا بنایا جائے گا کہ اس صنعت کے انتظام اور کاروبار پر سیاسی پارٹیوں کا کوئی اثر نہیں ہو سکا۔" یعنی اس کے دوسرے معنی یہ ہوئے کہ صنعتیں برطانیہ کے بڑے سرمایہ داروں کے مفاد اور اشارے پر چلیں گی۔ یہی حال بینک آف انگلینڈ کا ہے۔ اس کے گورنر اب بھی وہی لارڈ کیٹو ہیں جو اسے قومی ملکیت بنانے سے پہلے

سنے اور برطانیہ کے سرمایہ داروں کے اخبار فنانشیل ٹائمز نے لکھا تھا کہ قومی ملکیت بننے کے بعد اس بنک کی حیثیت کچھ بدلی نہیں اور کاروباری حلقوں کے لئے حالات کافی اطمینان بخش ہیں۔

لیبر پارٹی نے نہایت اہم اصلاحات کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن وہ ابھی تک صرف کاغذ کی زینت ہیں۔ ان پر عمل نہیں ہوا۔ اور لیبر حکومت کہتی ہے کہ ہم اپنی روایات بھلا نہیں سکتے۔ عوام پر ایسی چیزیں نہیں منڈھ سکتے جنھیں وہ پسند نہیں کرتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک عوام صرف مٹھی بھر سرمایہ دار ہیں۔ حالانکہ عوام تو برابر مطالبہ کر رہے ہیں کہ وہ تمام اصلاحات جن کے وعدے کئے گئے تھے پورے کئے جائیں اور فولاد کی صنعت کو قومی ملکیت بنایا جائے۔ صرف بڑے سرمایہ داران کے مخالف ہیں۔

برطانوی حکومت نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ صنعتوں اور معاشی زندگی کی ترقی کے سلسلہ میں صرف وہی چیزیں کی جا سکتی ہیں جبکہ سرمایہ دار اور مزدور دونوں اس پر متفق ہوں۔ اور دونوں مل کر اسے عملی شکل دینے پر تیار ہوں۔ لیکن چونکہ سرمایہ دار صرف ایسی اصلاحات پر راضی ہوتے ہیں جس سے سرمایہ داری نظام کے ہاتھ مضبوط ہوتے ہیں اس لئے لیبر حکومت بھی صرف ایسی اصلاحات نافذ کرتی ہے۔

ان میں سے بعض اصلاحات سے مزدوروں کو بھی کچھ رعائتیں مل جاتی ہیں اس لئے کہ سرمایہ دار خود بھی اس چیز کو محسوس کرتے ہیں کہ انگلستان جیسے ملک میں جہاں آبادی کی بڑی اکثریت مزدوروں پر مشتمل ہے خود سرمایہ داری کا مفاد اس میں ہے کہ اپنے غلاموں کے ساتھ کچھ رعائتیں کی جائیں تاکہ ان کی توجہ جہاں تک ہو سکے طبقے واری جدوجہد سے ہٹ جائے اور ان اصلاحات کو جن سے اصل فائدہ سرمایہ دار اٹھاتے ہیں اور ذرا سا فائدہ مزدور اس کو سوشلزم کا نام دے دیا جاتا ہے۔ ایٹلی اور دوسرے لیبر لیڈر اس "جمہوری سوشلزم" کے نام پر موجودہ سرمایہ داری نظام اور سرمایہ داری

حکومت باقی رکھنا چاہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ سرمایہ دار اسٹیٹ تمام طبقوں سے بالاتر ہے۔ "انفرادی آزادی" کے نام پر وہ سرمایہ داروں کو پوری آزادی دیتے ہیں کہ وہ مزدوروں کو دل کھول کر لوٹیں، دل بھر کے منافع کمائیں، قیمتیں جتنی چاہیں بڑھائیں اور جتنی سٹہ بازی چاہیں کریں۔ حتیٰ کہ فاشزم کے پرچار کی بھی پوری آزادی دے دی جاتی ہے۔ یہ "سوشلسٹ" لیڈر جس قسم کا اشتراکی نظام قائم کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ اصل میں سرمایہ داری نظام کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ بس فرق اتنا ہے کہ ادھر ادھر کچھ صورت بدل دی ہے۔

انیسویں صدی کے بورژوا سوشلسٹ بھی کچھ اسی قسم کے سوشلزم کے پرچارک تھے۔ جس میں سرمایہ داری نظام اسی طرح باقی رہے۔ مارکس اور انگلس نے ان کے متعلق لکھا تھا "یہ (بورژوا سوشلسٹ) مزدوروں کو موجودہ سوسائٹی کا پابند رکھنا چاہتے ہیں اور اس کے لئے وہ ان کے دماغ سے وہ تمام نفرت خیز خیالات نکال دینا چاہتے ہیں جو وہ سرمایہ داروں کے متعلق رکھتے ہیں۔"

گزشتہ حالات میں اور آج کے حالات میں کافی فرق ہو گیا ہے۔ سرمایہ داری کی شکل بدل گئی ہے اور پرانی سرمایہ داری کی جگہ اجارہ داری سرمایہ داری آگئی ہے اور اسی کے ساتھ سوشلسٹ بھی بدل گئے ہیں۔ بلکہ بعض اصلاح پسند سوشلسٹ اجارہ داری سرمایہ داری کو سرمایہ داری سمجھتے ہی نہیں بلکہ اسے ایک قسم کی "اسٹیٹ سوشلزم" کہتے ہیں۔ پہلی جنگ عظیم اور انقلاب روس کے بعد جب سرمایہ داری میں عام بحران آیا تو سوشلسٹوں نے یہ خیال پھیلانا شروع کیا کہ پرانی افراتفری کی جگہ اب ایک منظم سرمایہ داری نظام لے لیگا۔ ان سوشلسٹوں نے سوشلزم کی نقاب اتار دی اور کھلے بندوں سرمایہ داری نظام کی تائید کرنے لگے۔ سنہ ۱۹۲۹ء میں جو معاشی سنکٹ آیا اس نے اس "منظم سرمایہ داری" کے سارے خواب ہوا کر دئے۔

دوسری عالم گیر جنگ کے بعد سرمایہ داری نظام کی بنیادیں اور زیادہ ہل گئیں۔ اس نظام کا اندرونی تضاد بے حد بڑھ گیا ہے اور بڑے سرمایہ دار ملکوں کے بڑے سرمایہ دار اس کی کوشش کر رہے ہیں کہ حکومت کی مشینری زیادہ مضبوط بنیادوں پر قائم کی جائے۔ اور اس کا تعلق بڑے سرمایہ داروں سے اور زیادہ گہرا قائم کیا جائے۔ اس سے ان سرمایہ دار حکومتوں کا کام معاشی میدان میں اور پھیل جاتا ہے تاکہ بڑے سرمایہ دار حکومت کے کل پرزوں کو اپنی اغراض کے لئے نہ صرف ملک کے اندر بلکہ باہر بھی استعمال کر سکیں۔

سوشلسٹوں نے اجارہ داری، سرمایہ داری کے اس دور میں بھی اپنے کو حالات کے متعلق ڈھال لیا ہے۔ برطانیہ کی لیبر پارٹی اور دوسرے ملکوں کی اصلاح پسند سوشلسٹ پارٹیوں کے لیڈر پوری کوشش کر رہے ہیں کہ اجارہ دار سرمایہ داروں کی ضرورتوں کو پورا کریں۔ اس لئے کہ آج کل سرمایہ دار سماج کو صرف اجارہ دار سرمایہ داروں کے مفاد سے دلچسپی ہے۔

ان اصلاح پسند سوشلسٹوں کا سوشلزم ایک آئینہ ہے جس میں یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ سرمایہ داری نظام کس دور میں ہے۔ لیکن اس آئینہ میں سرمایہ داری نظام کے بدنما داغ اور پھوڑے ذرا دھندلے نظر آنے لگتے ہیں اور موت کے آثار ذرا صاف نظر نہیں آتے۔ یہی ان کا مصرف ہے۔

یہ کس قسم کے جمہوریت پسند ہیں؟

جب ہم اصلاح پسند سوشلسٹوں کی بیرونی اور اندرونی پالیسی پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ان کی باتوں اور کام کے تضاد پر خاص نظر ڈالنی چاہئے۔ اس لئے کہ اس کے بغیر ان کی پالیسی ٹھیک طرح سمجھ میں نہیں آسکتی۔ ان کے کام پر بھی گہری نظر رکھنی چاہئے

اس لئے کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ بلکہ اہمیت اس کی ہے کہ
وہ کرتے کیا ہیں۔

جہاں تک باتوں کا تعلق وہ بڑے جمہوریت پسند ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ
اندرونی پالیسی کی بنیاد ہی جمہوریت پر ہے۔ لیکن جس طرح سوشلسٹوں کی بے شمار
قسمیں ہیں، اسی طرح جمہوریت پسندوں کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ ہٹلر کے نازی بھی اپنے
کو "قومی سوشلسٹ" کہا کرتے تھے۔ امریکہ کے آدھے سامراجیوں اور رجعت پسندوں
کی پارٹی کا نام ڈیماکریٹس (جمہوریت پسند) ہے۔ اور باقی آدھے بھی جمہوریت پسندی
کا دم بھرتے ہیں اور اسی لئے یہ ضروری ہے کہ ہم اس کا جائزہ لیں کہ اصلاح پسند
سوشلسٹ کس قسم کے جمہوریت پسند ہیں۔

فرانس میں سنہ ۱۹۴۶ء میں جب انتخابات ہوئے تو سب سے زیادہ نمائندے
کمیونسٹ پارٹی کے منتخب ہوئے۔ لیکن اسے حکومت میں جگہ نہیں دی گئی۔ سوشلسٹوں
نے دوسری رجعت پرست پارٹیوں کے ساتھ مل کر حکومت بنائی۔ اور یہ حکومت انتہائی
رجعت پرست پالیسی پر چل رہی ہے۔ اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ ایک طرف
قیمتیں برابر تیزی کے ساتھ بڑھتی جاتی ہیں۔ اجرتیں گھٹتی جاتی ہیں۔ سرمایہ داروں
کا منافع بڑھتا جاتا ہے اور دوسری طرف امریکہ کی طرح مزدوروں اور ان کی ہڑتالوں
کے خلاف قانون برابر بنتے جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ فرانس کے وزیر داخلہ جولی ماک نے پچھلے تمام رجعت پسندوں
کو مات کر دیا۔ اور مزدوروں کی ہڑتالوں کو قوت کی مدد سے توڑنے کی کوشش کی
نومبر ۴۷ء کے آخر زمانہ میں سارے فرانس میں ہڑتال کی زبردست لہر اٹھی تھی جس
میں ۳۰ لاکھ مزدور شریک تھے۔ اس ہڑتال کو توڑنے کے لئے وہ تمام حربے استعمال
کئے گئے جو انتہائی رجعت پرست استعمال کرتے ہیں۔ حکومت نے اپنی ساری طاقت

اس ہڑتال کو توڑنے کے لئے وقف کردی۔ ساری پولیس اور فوج اس کام پہ لگادی گئی اور ۸۰ ہزار محفوظ فوج اور بلالی گئی۔ مزدوروں پر گولی چلائی گئی جس سے ہزاروں زخمی ہوئے۔

یہ وحشیانہ اور انتہائی رجعت پرست طریقہ صرف اشتراکی وزیروں ہی نے نہیں اختیار کیا بلکہ ان کی پارٹی نے بھی اس میں پورا حصہ لیا۔ اصلاح پسند سوشلسٹوں نے مزدوروں میں دہشت پھیلانے کی کوشش میں بھی عملی حصہ لیا ہڑتالیں توڑنے کی کوشش کی اور حکومت کے تشدد کی پوری تائید کی۔ لیکن کیا برطانیہ، بلجیم، ہالینڈ یا مغربی یورپ کے دوسرے ملکوں کی سوشلسٹ پارٹیوں نے اس پر غصہ کا اظہار کیا؟ نہیں بلکہ ان پارٹیوں کے اخباروں نے فرانس کے اصلاح پسند سوشلسٹوں کی اس بربریت کو دل کھول کر سراہا۔ صرف یہ ایک واقعہ بتلانے کے لئے کافی ہے کہ فرانس کے یہ اصلاح پسند سوشلسٹ کتنی پستی میں گر گئے ہیں۔ فرانس کی مزدور تحریک کی تاریخ میں اس کا جواب نہیں ملے گا۔ یہ کوئی اتفاقی بات نہیں ہے۔ آج سرمایہ داری جمہوریت اتنی ہی پستی میں گر چکی ہے۔

سرمایہ داری جمہوریت وہی شکل اختیار کرتی ہے جس سے سرمایہ داروں کے مفاد پورے ہوتے ہیں۔ پچھلے دور کی جمہوریت بھی کچھ مزدوروں اور کسانوں کے لئے نہیں تھی۔ اس میں بھی آزادی تھی۔ صرف سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کو۔ تاکہ انہیں مزدوروں اور کسانوں کو لوٹنے میں مشکل نہ پیش آئے۔ لیکن آج کے دور میں جبکہ سرمایہ داری نظام کا سنکٹ تیزی کے ساتھ بڑھتا جاتا ہے اور خطرناک شکل اختیار کر رہا ہے پرانے طریقہ کی جمہوریت باقی نہیں رکھی جا سکتی ہے۔ اجارہ دار سرمایہ دار اپنے مفاد کے لئے غیر جمہوری طریقے اختیار کرنے پر مجبور ہیں۔ اس دور میں یہ ضروری ہے کہ حکومت کے کل پرزے اجارہ دار سرمایہ داروں کی ضرورت کے بالکل پابند بن جائیں

ہر جگہ رشوت ستانی اور بے ایمانی بڑھ جائے۔ پارلیمنٹی طریقے ناکارہ بن جائیں۔ فوجی ترقی کا رجحان بڑھے اور فاشسٹ لیڈروں کا راج قائم ہو۔

سرمایہ دار حکومتوں کے سوشلسٹ بھی اپنے کو مرتے ہوئے سرمایہ داری سماج کے ان حالات کے مطابق ڈھال رہے ہیں۔ ہم نے جب اوپر یہ کہا تھا کہ بیسویں صدی کے ابتدائی پچیس سالوں کے سوشلسٹوں اور آج کے سوشلسٹوں میں کوئی فرق نہیں ہے تو اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ان کی پالیسی ایک ہی رہی ہے۔ آج کے سوشلسٹ اپنی غداری میں پچھلے سوشلسٹوں سے کہیں آگے نکل گئے ہیں۔ پچھلے دور میں بھی وہ سرمایہ داروں کے نوکر تھے لیکن آج کے حالات میں انھیں مزدور طبقہ سے اور زیادہ غداری کرنی پڑتی ہے۔ آج انھیں صرف سرمایہ دار طبقہ کے عام مفادات کی مدافعت نہیں کرنی ہوتی بلکہ آج سب سے زیادہ اجارہ دار سرمایہ داروں کی لوٹ وغارت گری کی مدافعت کرنی ہوتی ہے۔ آج انھیں اعتدال پسند سرمایہ داروں کا آلۂ کار نہیں بلکہ انتہائی رجعت پرست سامراج کا آلۂ کار بننا ہوتا ہے اکثر سرمایہ دار ملکوں کے اندر اصل کام جو ان سوشلسٹوں کو تفویض کیا جاتا ہے وہ یہ ہوتا ہے کہ سیاسی فریب، دھوکہ بازی، جھوٹ، اشتعال انگیزی، تشدد غرض کہ جو بھی حربے ملے اس کی مدد سے مزدور طبقہ کی طاقت کو ناکارہ بنایا جائے۔ وہ سرمایہ داری نظام کا تختہ الٹنے کے لئے جو جدوجہد کر رہے ہیں اسے ناکارہ بنایا جائے۔

فرانس کے اصلاح پسند سوشلسٹوں نے بلوم کے اس اصول پر کہ "ہم سرمایہ داری نظام کے وفادار کاروباری منیجر ہیں"! چل کر اگر اپنے ہاتھ مزدوروں کے خون سے رنگے تو اس سے حیران ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

برطانیہ کی حالت کسی قدر مختلف ہے۔ لیکن وہاں کی "سوشلسٹ" حکومت یونان میں کیا کر رہی ہے؟ وہاں وہ مٹھی بھر انتہائی رجعت پرست فاشسٹوں کی

مدد کر رہی ہے۔ وہ یونانی عوام کے حقیقی نمائندوں اور بہترین سپوتوں کو قتل کر رہی ہے۔ ایسے لوگوں کے خون سے ہاتھ رنگ رہی ہے جو آزادی کے سب سے بڑے علم بردار ہیں۔ خود برطانیہ میں اس کا کیا حال ہے؟ مزدوروں کی جیب کاٹ کر بڑے سرمایہ داروں کے خزانے بھرے جا رہے ہیں۔

یہاں روزانہ ٹیکس بڑھائے جاتے ہیں جن کا بوجھ محنت کشوں پر پڑتا ہے۔ افراط زر ہوتی ہے۔ قیمتیں بڑھتی ہیں اور مزدوروں کی اجرتیں گھٹتی جاتی ہیں۔ یہاں استعمالی چیزوں اور کھانے [illegible] کی راشن بندی نہ صرف باقی ہے بلکہ اُسے اور پھیلا دیا گیا ہے۔ ان تمام چیزوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لیبر حکومت برطانوی و امریکی اجارہ دار سرمایہ داروں کے حکم پر چلتی ہے اور ان کے معاشی مفاد کو پیش نظر رکھتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ برطانیہ کے مزدور طبقہ کا معیار زندگی بہت نیچا کرا دیا گیا ہے۔ مزدوروں پر اس حملہ کا یہ نتیجہ ضرور نکلتا ہے کہ وہ ہر جگہ حکومت کی مزاحمت کرتے ہیں۔ لیکن لیبر حکومت نے یہ پہلے تاڑ لیا تھا چنانچہ اس نے جنگ کے زمانہ کے قانون اسی طرح باقی رکھے ہیں جن کی رو سے لیبر وزیر کی مرضی کے بغیر ہڑتال کرنا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں ایک اور نیا قانون بنا ہے جس کی رو سے کوئی مزدور اپنی مرضی سے ایک کارخانہ سے نکل کر دوسرے کارخانہ میں نہیں جا سکتا۔ لیبر وزیر آئی زکیس نے یہاں تک دھمکی دی ہے کہ ضرورت پڑی تو وہ جنگ کے زمانے کے سارے اختیارات استعمال کریں گے۔ جس کارخانے میں چاہیں گے مزدوروں کو زبردستی بھرتی کر کے لے جائیں گے۔ اس سلسلہ میں ایک اور چیز نہایت اہم یہ ہے کہ لیبر پارٹی نے ایک نہایت اشتعال انگیز مہم شروع کر رکھی ہے جس کے ذریعہ وہ مزدوروں میں پھوٹ ڈالنا چاہتے ہیں۔ اس لئے اگر مزدور متحد

رہیں گے تو وہ زیادہ کامیابی کے ساتھ اپنے مفاد کی حفاظت کریں گے۔

انگلستان میں فاشسٹوں کو کھلی چھٹی دے دی گئی ہے تاکہ وہ اپنی پارٹی کو منظم کریں اور اپنی تحریک کو مضبوط بنائیں۔ فرانس میں جنرل ڈی گال اور اس کے ساتھی علی الاعلان دہشت پسند دستے منظم کر رہے ہیں تاکہ طاقت حاصل کریں۔ اور حکومت پر قبضہ کر لیں۔ لیکن سوشلسٹ پارٹی جو حکومت کی رکن ہے اور اپنے کو "غیر جانب دار" یا "تیسری طاقت" ظاہر کرنے کی کوشش کرتی ہے ڈی گال کی ان تیاریوں کی طرف سے بالکل آنکھ بند کئے ہوئے ہے۔

تمام ملکوں کے یہ سوشلسٹ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جرمنی کی سوشلسٹ پارٹی نے بالکل یہی راہ اختیار کی تھی اور اس کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ اس سے ہٹلر کے لئے راستہ تیار ہوا تھا۔ بہت سارے ملکوں کے ایماندار سوشلسٹوں نے اس سے سبق لیا ہے اور وہ بالکل صحیح نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ فاشزم اور رجعت پرستی کا مقابلہ کرنے کے لئے کمیونسٹوں اور دوسرے جمہوریت پسندوں سے مل کر متحدہ محاذ بنانا چاہیئے۔ لیکن یہ اصلاح پسند سوشلسٹ آج کل فاشزم کی ذرا بھی مخالفت نہیں کرتے۔ اس کی وجہ بھی صاف ہے۔ یہ اصلاح پسند سوشلسٹ اور فاشسٹ ایک ہی مالک کے خادم ہیں۔ یہ دونوں رجعت پرست سرمایہ داروں کے دو بازو ہیں۔ سرمایہ دار اس پر تلے ہوئے ہیں کہ مزدوروں کو ہمیشہ اپنا غلام بنائے رکھیں۔ چنانچہ وہ حقیقی جمہوریت اور سوشلزم کے خلاف ہر طریقے سے لڑ رہے ہیں اور اس کے لئے اپنے دونوں بازو استعمال کرتے ہیں۔

غیر جمہوری بیرونی پالیسی اور سوشلسٹ

سرمایہ دار ملکوں کی بیرونی پالیسی اور اس سلسلہ میں سوشلسٹوں کے رویہ پر

نظر ڈالی جائے تو اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سرمایہ داروں کے آلۂ کار ہیں اور انہیں انتہائی رجعت پرست اور جارحانہ پالیسی کو عملی شکل دینے میں مدد دیتے ہیں۔

دنیا کے رجعت پرستوں کی بیرونی پالیسی نے گزشتہ چند سالوں میں مختلف رُخ بدلے ہیں۔ لیکن چند خصوصیات ہمیشہ مشترک رہی ہیں جو یہ ہیں:۔

(ا) برطانوی و امریکی سامراجی عوامی جمہوریتوں اور دوسرے ملکوں کے اندرونی معاملات میں برابر مداخلت کرتے رہے۔

(ب) محکوم اور تابع ملکوں کی قومی آزادی کی جدوجہد کو اپنی طاقت کی مدد سے دباتے رہے۔

(ج) امریکہ اور یورپ کے رجعت پرست سرمایہ داروں اور سامراجیوں میں ہمیشہ گٹھ جوڑ ہوتا رہا کہ کس طرح ساری دنیا پر اپنی حکمرانی قائم کی جائے۔

(د) ساری دنیا کے امن کو کمزور کیا جائے اور ایک نئی لڑائی کی تیاری کی جائے۔

اب ہم ان چیزوں کو سلسلہ وار تفصیل سے لیں گے۔ یہ چیز تو بہر شخص جانتا ہے کہ برطانوی و امریکی سامراج گزشتہ چند سالوں سے جمہوری ممالک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی برابر کوشش کر رہے ہیں۔ برطانیہ کی لیبر حکومت اپنی صفائی میں خواہ کتنی ہی باتیں کیوں نہ بنائے لیکن وہ اپنے کو اس سے بری نہیں کر سکتی۔ برطانیہ اور امریکہ نے مل کر پولینڈ، رومانیہ، بلغاریہ اور یوگوسلاویہ کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی پوری کوشش کی۔ اور ان مٹھی بھر رجعت پرستوں کی حوصلہ افزائی کرتے رہے جو عوام کے بدترین دشمن ہیں۔

لیکن لیبر پارٹی کے لیڈر جب تقریریں کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ قوموں کے حق خود ارادیت کے سب سے بڑے علمبردار ہیں اور اندرونی مداخلت کے سب سے زیادہ مخالف ہیں۔ مسٹر ایٹلی نے برطانوی ٹریڈ یونین کانگریس کے ۱۹۴۶ء کے

اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے ان ہی چیزوں پر زور دیا تھا۔

لیکن مشرقی اور جنوبی یورپ کے ممالک مسٹر ایٹلی سے سوال کر سکتے ہیں کہ "آپ باتیں تو بہت بڑی بڑی بناتے ہیں لیکن پھر آپ ہمارے اندرونی معاملات میں مداخلت کیوں کرتے ہیں۔ اور ہمیں کیوں آزاد نہیں چھوڑ دیتے کہ ہم اپنے معاملات خود آپ طے کر لیں؟"

برطانیہ کی غیر جمہوری اور سامراجی پالیسی کا بھانڈا اسی وقت پھوٹ جاتا ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہاں کی حکومت جمہوری ملکوں کے خلاف اندرونی سازش کا ایک جال بچھائے ہوئے ہے۔ برطانوی حکومت کے ذمہ دار لوگ اس میں شریک ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں پولینڈ، یوگوسلاویہ، بلغاریہ اور البانیہ وغیرہ میں سیاسی مجرموں پر جو مقدمے چلے تھے ان میں یہ سازش پوری طرح بے نقاب ہوئی تھی۔ چند مثالیں ذیل میں دی جاتی ہیں:۔

پولینڈ میں کراکو کے مقام پر ڈاکوؤں کی ایک ٹولی اور میکا لیک پارٹی کے ایجنٹوں پر جب مقدمہ چلایا تھا تو وہاں یہ بات ظاہر ہوئی تھی کہ ان ٹولیوں کے آدمیوں نے دو سال میں ہزاروں جمہوریت پسندوں کو قتل کیا تھا اور ان کا برطانیہ کی حکومت سے گہرا تعلق تھا۔

یوگوسلاویہ میں آتی وانووک اور مرزا مجد غازی پر جو مقدمے چلائے گئے تھے ان میں غازی نے اپنے بیان میں کہا تھا کہ ۱۹۴۲ء میں جب وہ باہر گیا تو برطانیہ کی خفیہ پولیس نے اسے اپنے یہاں نوکر رکھ لیا اور جب ۱۹۴۵ء میں وہ واپس آیا تو یہاں کئی جرائم میں حصہ لیا اور اس میں اسے برطانیہ کے پریس ایجنسی کی طرف سے ہدایتیں ملتی تھیں جو بلگریڈ میں متعین تھا۔

اسی طرح بلغاریہ میں پیٹکوف نے زبردست سازش کی اور حکومت پر قبضہ کرنے کی کوشش کی اور گرفتار ہوا تو اس نے عدالت کے بیان میں یہ اقرار کیا کہ

اس کا تعلق اندرونی رجعت پرستوں اور برطانیہ کے ایجنٹوں سے تھا۔
اسی طرح البانیہ کے خلاف سازش کرنے والے رجعت پرستوں کا تعلق برطانوی و امریکی مشن سے تھا جو البانیہ کے صدر مقام ترانا میں متعین تھے۔

برطانیہ کی لیبر حکومت اور لیبر پارٹی کے اخباروں نے اپنے ان نمائندوں میں سے کسی کی ان سازشوں سے بے تعلقی نہیں ظاہر کی۔ بلکہ دوسرے ملکوں کے اصلاح پسند سوشلسٹ پارٹیوں کے اخبار برطانیہ اور امریکہ کی اس مداخلت کی مدافعت کرتے رہے اور جمہوری حکومتوں کو بدنام کرنے کے لئے ان کے خلاف جھوٹ پھیلاتے رہے۔

یونان کا ذکر ہی فضول ہے۔ وہاں کا ایک ایک پتھر تک امریکہ اور برطانیہ کی مداخلت پر احتجاج کر رہا ہے۔ خود برطانیہ کی مزدور سبھاؤں کے مسلسل احتجاج کے باوجود برطانیہ کی لیبر حکومت وہاں سے اپنی فوجیں نہیں ہٹاتی اور وہاں کی انتہائی رجعت پرست فاشسٹ حکومت کے گرتے ہوئے ڈھانچے کو سہارا دے رہی ہے۔ یہ حکومت ایسی ہے جس سے یونان کے عوام سخت نفرت کرتے ہیں اور جو برطانوی اور امریکی امداد کے بغیر ایک دن بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔

برطانیہ کی لیبر پارٹی اور فرانس کی سوشلسٹ پارٹی نے محکوم ملکوں کی قومی تحریکوں کو کچلنے اور خون کے دریا بہانے میں بڑا "نام" پیدا کیا ہے۔ برطانیہ نے جو "کارنامے" انڈونیشیا اور ملایا میں اور فرانس نے ویت نام اور مدغاسکر میں انجام دیئے ہیں انہیں کون ہے جو نہیں جانتا۔

جنگ کے بعد انڈونیشیا کے عوام نے جوں ہی ڈچ سامراج سے آزادی حاصل کی برطانوی حکومت نے فوراً اپنی فوجیں وہاں بھیج دیں اور ڈچ حکومت کی فوجوں کو مسلح کیا اور انڈونیشیا کے عوام کا خون دل کھول کر بہایا۔ اور لیبر پارٹی کے بے شرم لیڈر اس کارنامے کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ انھوں نے اپنے سرکاری پمفلٹ میں کہا ہے کہ

"ہم نے انڈونیشیا کے عوام کی جنگ آزادی میں اہم حصہ لیا۔"

اتنے بڑے جھوٹ کی مثال شاید دنیا میں اور کہیں نہیں ملے گی۔ لیکن یہ تو کچھ نہیں ہے۔ اسی رسالہ میں آگے چل کر کہا گیا ہے کہ برطانوی سامراج اب ختم ہو گیا ہے اس لئے کہ اُسے لیبر پارٹی نے ختم کر دیا ہے۔ ملایا اور افریقہ کے محکوم ممالک اس کا جواب دے سکتے ہیں کہ انھیں کس وحشیانہ طریقہ پر آج بھی کچلا جا رہا ہے۔ اور ہندستان میں بھی انھوں نے کیا کیا؟ جب دیکھا کہ اب اسے غلام رکھنا ممکن نہیں ہے تو لوگوں کو دھوکہ دے کر اسے تقسیم کروا دیا اور اس کی دو ڈومینین بنا دیں جو اب بھی اس کی سلطنت میں ہیں اور جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس ملک میں زبردست فساد پھوٹ پڑا۔ اس فساد سے برطانیہ کو سازشیں کرنے کا اور موقع ملے گا۔

امریکی سامراج کے غلام

برطانیہ کی لیبر پارٹی اور فرانس کے سوشلسٹوں کی بیرونی پالیسی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ ان تمام سمجھوتوں کی تائید کرتے ہیں جو امریکی سامراج سے کئے جاتے ہیں۔

انگلستان میں یہ پالیسی بیون کی "فلٹن" پالیسی کہلاتی ہے۔ اس لئے کہ یہ پالیسی سب سے پہلے چرچل نے امریکہ میں فلٹن نامی مقام پر ایک تقریر میں پیش کی تھی۔ بیون نے اس کے بعد (جون ۱۹۴۶ء کو) دارالعوام میں اسی قسم کی ایک تقریر کی تھی جس میں وہ چرچل سے بھی دو قدم آگے نکل گئے تھے۔ سوویت یونین پر اور زیادہ سخت حملے کئے تھے اور امریکی [illegible] کے پیچھے چلنے کی تلقین کی تھی۔ چرچل نے بار بار اس کو تسلیم کیا ہے کہ جہاں تک بین الاقوامی مسائل کا تعلق ہے انہیں بیون سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ بیون کی پالیسی برطانیہ اور امریکہ دونوں جگہ کے سامراجیوں کے مقاصد کو پورا کرتی ہے۔

اس پالیسی کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ امریکہ کی مدد سے سوویت یونین اور

یورپ کی عوامی جمہوریتوں اور دوسرے ملکوں کی کمیونسٹ اور جمہوری تحریکوں کے خلاف ایک جارحانہ بلاک بنایا جائے اور جہاں ممکن ہو انتہائی رجعت پرست حکومتیں (یونان کی طرح) بنائی جائیں۔ ان کی مدد سے ان ملکوں کی سیاسی اور معاشی آزادی چھینی جائے اور انھیں امریکی سامراج کے جوئے میں کس دیا جائے۔

یہ چیز ہر شخص جانتا ہے کہ یہ سامراجی پالیسی اصل میں امریکی رجعت پسندوں کی بنائی ہوئی ہے اور ان ہی کے حکم پر اس پر عمل ہوتا ہے۔ یہ پالیسی امریکہ کے سامراجی منصوبوں کی پابند ہوتی ہے۔ امریکی ساری دنیا میں اپنا سامراجی چنگل پھیلانا چاہتے ہیں۔ اس کی ہوس کی کوئی حد نہیں ہے۔ اس پالیسی کا اظہار "ٹرومن کے اصول" اور "مارشل پلان" سے ہوتا ہے اور دوسرے سرمایہ دار ملکوں کے حکمرانوں نے امریکی سامراج سے سمجھوتہ کر لیا ہے اور یہ سب اس کے سامراجی منصوبوں میں مدد دے رہے ہیں۔

اصلاح پسند سوشلسٹوں نے اس سامراجی پالیسی کو کامیاب بنانے کے لئے اپنی خدمتیں غیر مشروط طور پر پیش کر دی ہیں۔

بعض اصلاح پسند سوشلسٹ اصل مسئلہ کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لئے یہ بحث چھیڑتے ہیں کہ "ٹرومن کے اصول" اچھے نہیں تھے۔ لیکن مارشل پلان اچھا ہے۔ یہ بحث انتہائی مہمل ہے۔ اس لئے کہ دونوں کا مقصد بالکل ایک ہے۔

مغربی یورپ کے اصلاح پسند سوشلسٹ امریکی سامراجی منصوبوں کو طرح طرح کے غلافوں میں لپیٹ کر پیش کرتے ہیں اور اس کا اصل رُخ چھپاتے ہیں۔ لیکن یہ چیز ان کے بس سے باہر ہے۔

فرانس کے سوشلسٹ لیڈر لیون بلوم نے اپنی پارٹی کے اخبار "پاپولیر" میں ایک مضمون لکھا تھا۔ جس میں تمام ملکوں کے سوشلسٹوں سے اپیل کی گئی تھی کہ مارشل پلان کی تائید میں بڑے پیمانے پر پروپگنڈہ کریں۔ اور سوشلسٹ پارٹی کے لیڈروں اور

اخباروں نے امریکی سامراج کی شان میں قصیدہ خوانی اور تعریف کی حد کردی۔ مغربی یورپ کی سوشلسٹ پارٹیوں کی ایک کانفرنس بھی بلائی گئی ہے۔ تاکہ اس میں مارشل پلان کو منظور کیا جائے۔

برطانیہ کے لیبر وزیر اور فرانس کے اصلاح پسند سوشلسٹ امریکہ کی جرمنی کے متعلق پالیسی کی بھی پوری تائید کر رہے ہیں۔ امریکہ جرمنی کو اپنا غلام بنا لینا چاہتا ہے اور یہ پالیسی خود یورپ کے عوام اور پائدار امن کے لئے نقصان دہ ہے امریکہ نے پوسٹڈم کے فیصلوں کو نظر انداز کر دیا ہے اور نہ جرمنی کو بے ہتھیار کیا جا رہا ہے اور نہ اس کی جمہوری اصولوں پر تعمیر کی جا رہی ہے۔ امریکہ جرمنی کے بڑے سرمایہ داروں کو جو ہٹلر کے سب سے بڑے پشت پناہ تھے اپنا دوست بنانا چاہتا ہے اور مغربی جرمنی کو اپنا مرکز بنا کر اپنا اثر بقیہ یورپ میں پھیلانا چاہتا ہے۔ بیون نے ۱۹ جولائی ۱۹۴۷ء کو ساؤتھ پورٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ امید ہے کہ امریکہ اب بھی یورپ کو نہیں چھوڑے گا۔

یورپ کے عوام بیون کی امیدوں کے سخت خلاف ہیں۔ لیکن بیون کو اس کی پرواہ نہیں ہے۔

جرمنی کے اصلاح پسند سوشلسٹ جو جارحانہ قوم پرستی کے سخت شکار ہیں (شماخر کی پارٹی) امریکہ کو اپنی خدمتیں ہر طرح پیش کر رہے ہیں۔

جرمنی کے یہ سوشلسٹ وہی ہیں جن کے ایک لیڈر اسٹیمپفر اور اس کے ساتھیوں نے ۱۹۳۳ء میں جرمن سرمایہ داروں کو یہ یقین دلایا تھا کہ سوشلسٹ ان کے لئے اتنے ہی مفید ثابت ہوں گے جتنے فاشسٹ۔ اور آج کے سوشلسٹ امریکہ کو ہر طرح سے یقین دلانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ وہ ہر قسم کی خدمت اور اپنے ملک کے ساتھ ہر قسم کی غداری کرنے کے لئے تیار ہیں۔

کیا کوئی شخص یہ سوچ بھی سکتا ہے کہ اصلاح پسند سوشلسٹ یہ نہیں جانتے کہ امریکی سامراج آج ساری دنیا کی رجعت پرست قوتوں کا مرکز بنا ہوا ہے؟ وہ اس چیز کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اور اس لئے اپنی خدمت پیش کرتے ہیں۔ وہ سوشلزم اور جمہوری طاقتوں کی بڑھتی ہوئی قوت سے ڈرتے ہیں۔ انھیں سوشلسٹ، سویت یونین اور ساری دنیا کی کمیونسٹ پارٹیوں سے سخت نفرت ہے۔ اور یہی چیز انھیں بدترین رجعت پرستوں کی صف میں پہنچا دیتی ہے۔

اصلاح پسند سوشلسٹوں نے امریکی سامراج کی غلامی کس حد تک قبول کر لی ہے اس کا اندازہ ایک طرف تو اس سے ہوتا ہے کہ وہ امریکہ کی "امداد" کے نام پر اپنے ملک کو بیچنے پر تلے ہوتے ہیں اور امریکی سود خور جو شرطیں بھی عائد کریں انھیں ماننے کے لئے تیار ہیں اور دوسری طرف اس کا اندازہ اس جوش و خروش سے ہوتا ہے جو سوشلسٹ لیڈر اپنی آزادی، امریکی سامراج کے ہاتھ بیچنے میں دکھلاتے ہیں۔

جس زمانہ میں سرمایہ داری نظام زوال کی طرف نہیں جارہا تھا بلکہ ترقی پسند تھا۔ اس وقت قومی آزادی سے بڑھ کر اور کوئی چیز قیمتی نہیں سمجھی جاتی تھی اور اب یہ حالت ہے کہ بلجیم کے سوشلسٹ لیڈر اسپاک یہ ثابت کرتے پھرتے ہیں کہ قومی آزادی ایک دقیانوسی اصطلاح ہے۔ اسے پرانی قمیص کی طرح اتار پھینکنا چاہئے اور اس کی جگہ امریکہ کی حکمرانی مان لینی چاہئے۔

یہی حال فرانس کا ہے۔ یہاں آج بھی اصل حکومت امریکی نمائندوں کی ہے۔ وہی اس کا تصفیہ کرتے ہیں کہ وزارت میں کون لوگ شریک ہوں گے اور ملک کے معاشی وسائل کو کس طرح استعمال کیا جائے گا۔ اور یہاں کے مشہور سوشلسٹ لیڈر بلوم جو امریکی سامراج کے بڑے دلدادہ ہیں معاشی آزادی کا مذاق اڑاتے ہیں اور اسے "قوم پرستی" سے تعبیر کرتے ہیں اور وہ اپنے "سوشلزم" کے نام

پر امریکی سرمایہ داروں کے اس مطالبہ کی تائید کرتے ہیں کہ فرانس اور یورپ کے دوسرے ملکوں کو کسٹم کی پابندیاں اٹھا دینی چاہئیں (تاکہ امریکہ کو پوری آزادی ملے اور وہ ان ملکوں کو بغیر رکاوٹ کے لوٹ سکے) اور یہ بزرگ اس حد تک آگے بڑھ جاتے ہیں کہ فرماتے ہیں کہ اس سے "بین الاقوامی سوشلسٹ سماج قائم کرنے میں مدد ملیگی" کیا ڈھٹائی ہے ۔ داد دینی چاہئے ۔ اور اسی پر اکتفا نہیں ہے وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ساری دنیا کی حکومت بنی چاہئے اور فرانس کو اپنی آزادی اس کو نذر کر دینی چاہئے ظاہر ہے کہ ساری دنیا کی یہ حکومت امریکہ کی حکومت ہوگی ۔

قومی آزادی کی اہمیت گھٹانے اور ختم کرنے کے لئے بلوم اور اسپاک جیسے غدار جو پروپگنڈہ کر رہے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ امریکہ کو اپنا چنگل پھیلانے اور یورپ کو غلام بنانے میں مدد دیں ۔ ان سوشلسٹوں کی یہ باتیں سن کر امریکہ کے سرمایہ داروں کے منہ میں پانی بھر آئے گا اور وہ کہیں گے کہ "جب سوشلسٹ تک ہمیں دعوت دے رہے ہیں تو پھر تکلف کس چیز کا ہے" !

اصلاح پسند سوشلسٹ اور ان کے اخبار سویت یونین کے خلاف برابر پروپگنڈہ کر رہے ہیں اور اس کی ایک زبردست مہم شروع کر دی ہے ۔ امریکی سامراج ہی نے اپنے ایجنٹوں کے ذمہ یہ کام تفویض کیا ہے ۔

سویت یونین کے خلاف پروپگنڈہ اتنا آسان نہیں ہے ۔ اس لئے کہ اس کا وقار تمام دنیا کے عوام میں ہے اور اس لئے یہ سامراجی ایجنٹ کھلے بندوں پروپگنڈہ کرنے کی بجائے نقاب اوڑھ کر آتے ہیں ۔ چنانچہ برطانیہ کی لیبر پارٹی یہ کہتی ہے کہ وہ نہ سرمایہ دار امریکہ کے ساتھ ہے اور نہ سویت یونین کے ساتھ ۔ وہ دونوں کے بیچ میں اپنے کو ظاہر کرتے ہیں ۔ لیکن بعض وقت وہ یہ نقاب الٹ بھی دیتے ہیں ۔ مثلاً انھوں نے حال ہی میں ایک پمفلٹ "کارڈس آن دی ٹیبل" کے نام سے شائع کیا تھا ۔ جس میں

اپنی بیرونی پالیسی بیان کی تھی۔ اس میں انھوں نے صاف صاف کہا ہے کہ برطانیہ کی بیرونی پالیسی امریکہ کی پالیسی سے الگ نہیں ہو سکتی اور روس اور امریکہ کی لڑائی میں برطانیہ غیر جانبدار نہیں رہ سکتا۔

لیبر پارٹی کی سرگرمیوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اور یہ سرگرمیاں امریکہ کی بیرونی پالیسی کی پابند ہوتی ہیں۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ سویت یونین اور تمام دنیا کے جمہوریت پسندوں کے خلاف محاذ قائم کیا جائے۔

فرانس کے سوشلسٹ ان سے اور دو قدم آگے ہیں۔ ۲۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو پیرس میں مزدوروں نے احتجاج کرنے کی کوشش کی کہ فاشستوں کو اس کی کیوں اجازت دی گئی کہ وہ شہر کے وسط میں سویت یونین اور عوامی جمہوریتوں کے خلاف مظاہرہ کریں۔ سوشلسٹ وزیر اعظم راما دیئے نے ہزاروں پولیس کے سپاہی بھیجے اور تین سو مزدور زخمی ہوئے۔

اسی راما دیئے کی حکومت نے ۱۳ نومبر کو اس سے بڑھ کر حرکت کی۔ اس کی مسلح پولیس نے ٹینکوں کی مدد سے بورگارڈ کیمپ پر حملہ کیا جہاں وہ سویت سپاہی اور باشندے جمع کئے گئے تھے جنہیں جرمن نازیوں نے قید یا غلام بنایا تھا۔ اور جو اب سویت یونین بھیجے جا رہے تھے۔

نومبر کے آخر میں شومین حکومت کے زمانہ میں اور سوشلسٹ وزیر داخلہ کے حکم پر فرانس کی خفیہ پولیس نے کئی سویت شہریوں کو قید کر لیا۔ یہ وہ لوگ تھے جو فرانس پر قبضہ کے زمانہ میں گوریلا دستوں کے ساتھ فاشستوں سے لڑ چکے تھے۔ ان میں سے بعض ایسے تھے کہ ایک ہی مہینہ پہلے انھیں خود فرانس کی حکومت کی طرف سے فوجی اعزاز ملے تھے۔ ان کو گرفتار کرنے اور ان سے کئی روز تک بدتمیزی کے ساتھ پیش آنے کے بعد فرانس کی حکومت نے ملک بدر کر دیا۔

ان آخری دو واقعات کے خلاف سویت حکومت نے نہایت سخت الفاظ میں احتجاج کیا۔ اس میں کسی کو شبہ ہو ہی نہیں سکتا کہ یہ حرکتیں اس لئے کی گئی تھیں کہ امریکہ کے رجعت پرستوں کو خوش کیا جاتے اور سویت یونین اور فرانسیسی عوام کے تعلقات خراب ہو جائیں۔

جنگ بازوں کے ایجنٹ

اصلاح پسند سوشلسٹوں کی بیرونی پالیسی کا ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ ہیں جو ساری دنیا کا امن ختم کرنا چاہتے ہیں اور دنیا کو ایک اور جنگ کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ اس پہلو کا پچھلے پہلوؤں سے قریبی تعلق ہے۔

اصلاح پسند سوشلسٹ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ امن کے لئے لڑ رہے ہیں اس لئے کہ اس کے بغیر وہ عوام کو منھ نہیں دکھلا سکتے۔ لیکن جب صفائی پیش کرنے کا وقت آتا ہے تو وہ بڑی مشکل میں پھنس جاتے ہیں۔ اس لئے کہ لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ جب وہ امن کے اس قدر بڑے علمبردار ہیں تو پھر امریکی سامراج کے خلاف کیوں نہیں لڑتے جو دنیا کے امن کے لئے اتنا بڑا خطرہ بنتا جا رہا ہے۔

ان پریشان کن سوالوں سے بچنے کے لئے وہ چال چلنے کی کوشش کرتے ہیں اور بعض تو چالاکی دکھانے کی حد کر دیتے ہیں۔ ہنری ویلس جب پیرس آتے تھے اور انھوں نے اپنی تقریر میں ٹرومن کی پالیسی پر تنقید کی تھی تو اس کے جواب اور ٹرومن کی مدافعت میں بلوم صاحب نے ایک مضمون لکھا تھا جس میں انھوں نے فرمایا اولاً امریکی سامراج جیسی چیز وجود نہیں رکھتی۔ اگر ہے بھی تو یہ جنگ لانے والا سامراج نہیں ہے بلکہ امن والا سامراج ہے۔

ایسی لا یعنی بات شاید ہی کوئی اور کہہ سکتا ہے۔ یہ تو وہی ہوا کہ کوئی کہے کہ "انسانیت کا دوست، ڈاکو اور لٹیرا"۔ لیکن امریکی سامراج کی مدافعت کے جوش میں بلوم صاحب

عقل و فہم کو بھول گئے۔

یہ ہر شخص جانتا ہے کہ امریکی سامراجی کس طرح سے دنیا کے امن کے دشمن ہیں اور عالمگیر جنگ کی طرف دنیا کو لے جا رہے ہیں۔ لیکن جب تک اسے برطانیہ کی لیبر حکومت اور فرانس کے سرمایہ داروں اور سوشلسٹوں کی حکومت کی تائید حاصل نہ ہو وہ اپنے ابتدائی مقصد میں بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

امریکہ کے "امن پسند سامراجی" ساری دنیا کو ایٹم بم سے ڈرایا کرتے ہیں۔ ایٹم بم مدافعت کا ہتھیار نہیں بلکہ دوسرے ملکوں پر حملہ کرنے اور تباہ کرنے کا ہتھیار ہے جب بین الاقوامی اداروں میں ایٹم بم بنانے پر پابندی لگانے اور انھیں تباہ کرنے کا مسئلہ آیا تھا تو برطانیہ اور فرانس کے سوشلسٹ نمائندوں کے لئے یہ بڑا اچھا موقع تھا کہ وہ امن کی حفاظت کے لئے لڑتے۔ لیکن کیا انھوں نے اس ہتھیار کو تباہ کرنے کی تائید کی؟ بلکہ وہ اپنے امریکی آقاؤں کے اشارے پر برابر یہ کوشش کر رہے ہیں کہ ایٹم بم بنانا اور اس کا استعمال کرنا ممنوع نہ قرار پائے۔

لیون بلوم فرانس کے سوشلسٹ اخبار" پاپولیر" میں برابر یہ اپیل کرتے رہتے ہیں کہ تمام چھوٹے اور بڑے ملکوں کو امریکہ کے اطراف جمع ہو جانا چاہئے۔ اور اس کی تجویزوں کی تائید کرنی چاہئے۔ امریکی سامراج کا یہ وکیل یہاں تک کہتا ہے کہ " میں جس اصول پر چلتا ہوں وہ مارکس اور جاورے کے خیالات کا مجموعہ ہے"! یہ نہ صرف مارکس کی بلکہ جاورے کی سخت توہین ہے۔ جاورے اگرچہ سخت موقع پرست تھا لیکن وہ ہر قسم کی جنگ کے خلاف تھا۔ وہ اگرچہ جنگ کی ایک انقلابی کی طرح نہیں بلکہ صلح پسند کی طرح مخالفت کرتا تھا۔ لیکن وہ ایمانداری کے ساتھ جنگ کے خلاف تھا اور اس کے لئے لڑتا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ ۱۹۱۴ء کی جنگ کے وقت فرانس کے سرمایہ داروں نے اس کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ بلکہ آخر میں مروا ڈالا۔ وہ اپنے زمانے کا اصلاح پسند تھا۔ لیکن اس اصلاح

پسند اور آج کے اصلاح پسند غدار بلوم میں کتنا فرق ہے۔

ہر شخص اور خود اصلاح پسند سوشلسٹ یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ برطانیہ اور امریکہ میں براہ راست فوجی تعاون ہے۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ برطانیہ اور امریکہ کا مشترکہ فوجی اسٹاف ابھی تک موجود ہے ۱۹۴۷ء میں برطانیہ اور امریکہ میں ہوائی معاہدہ ہوا ہے۔ اور یہ بھی ہر شخص جانتا ہے کہ کئی جگہ امریکہ اور برطانیہ نے مل کر فوجی اڈے قائم کئے ہیں اور یہاں لڑائی کے لئے فوجی تیاریاں کی [illegible] ہیں۔ کیا ان چیزوں سے اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ لیبر پارٹی کے لیڈر امریکہ [illegible] ہیں اور دوسرے ملکوں کے خلاف لڑائی اور حملہ کی تیاری کر رہے ہیں۔

ہر شخص یہ سوچتا ہے کہ برطانیہ اگر اپنی حفاظت کرنا چاہتا ہے تو اسے کوشش کرنی چاہئے کہ کوئی نئی لڑائی نہ چھڑنے پائے۔ لیکن حالات [illegible] بتلاتے ہیں کہ برطانیہ کے لیبر وزیر امریکہ کے جوئے میں خوشی سے شریک ہونا چاہتے ہیں اور لڑائی میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ برطانیہ کے وزیروں نے سوویت یونین کے خلاف علی الاعلان جھوٹا پروپگنڈہ شروع کر دیا ہے۔ یہ کوئی اتفاق کی بات نہیں ہے کہ جنوری ۱۹۴۸ء میں اٹیلی اور مارسین نے تقریریں کیں اور سوویت یونین کے خلاف نفرت پھیلانے کی کوشش کی تو امریکی اخباروں نے اسے خوب اچھالا۔

اصلاح پسند سوشلسٹ بجائے اس کے کہ جنگ بازوں کے خلاف لڑتے وہ اخباروں اور ریڈیو کے ذریعہ سارا زور سوویت یونین اور عوامی جمہوریتوں کے خلاف اپنے عوام کو مشتعل کرنے اور نئی جنگ کے لئے راستہ ہموار کرنے پر صرف کر رہے ہیں اور سوشلسٹ وزیر دھمکیاں دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

جنگ کے متعلق پروپگنڈہ روکنے کے لئے سوویت یونین نے گزشتہ سال ایک تجویز مجلس اقوام متحدہ میں پیش کی تھی لیکن جنگ بازوں کی [illegible] سوویت یونین

کی یہ تجویز منظور نہیں ہوئی۔ اس تجویز میں کہا گیا تھا کہ جنگ کا پروپگنڈہ کرنے والوں کو قابل سزا سمجھا جائے۔

موجودہ دور کے اصلاح پسند سوشلسٹوں کے رویّہ سے یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے اور کوئی شبہ نہیں رہتا ہے کہ یہ غیر جمہوری سامراجی کیمپ کے ایجنٹ ہیں۔ اور سامراجی جنگ پھیلانے والوں کی سب سے زیادہ مدد کرتے ہیں۔ ان کی غدّاری اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔

لیکن ان حضرات کو اپنے مالکوں یعنی رجعت پرست سرمایہ داروں کی قوت کا جن کے ہاتھ انھوں نے اپنی روح اور جسم دونوں بیچ دیا ہے بالکل غلط اندازہ ہے امریکی سامراج کی قوت کا اندازہ بھی وہ بہت بڑھا چڑھا کر لگاتے ہیں۔ ان ملکوں کے سرمایہ داری نظام میں اندرونی تضاد اور بحران کے پھوڑے انتہائی خطرناک شکل اختیار کر چکے ہیں۔ سامراجی جو اندھا دھند جنگ چھیڑنے کی کوشش کر رہے ہیں اس سے اجارہ داری سرمایہ داری کی ساری عمارت نیچے بیٹھ جائے گی۔ اس کے دن اب پورے ہو چکے ہیں۔ اصلاح پسند سوشلسٹوں کو یہ نظر نہیں آتا کہ سرمایہ داری کی قسمت پر مہر لگ چکی ہے۔ اس کے آخری دن آ چکے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنی قسمت اس کے ساتھ وابستہ کر لی [illegible] اور وہ اپنے مستقبل کا تصور کرنا ہی نہیں چاہتے ہیں۔

اس لئے [illegible] کمیونسٹ پارٹیاں ہیں۔ جنھوں نے مارکس۔ لینن، اسٹالن کی تعلیمات کو پوری طرح اپنا لیا ہے۔ انھیں ہر ملک کے مزدور طبقہ، محنت کش عوام اور سوشلزم کی ناقابل تسخیر [illegible] قوتوں اور حقیقی جمہوریت پر پورا اعتماد ہے۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ سامراج دشمن جمہوری محاذ سامراجی محاذ سے کہیں زیادہ طاقت ور ہے۔

کامریڈ مولوتوف نے اکتوبر انقلاب کی تیسویں سال گرہ پر بالکل صحیح کہا تھا۔

اگر دنیا کی جمہوری طاقتیں متحد ہو کر ایک طاقت بن جائیں تو عوام

کی اتنی زبردست متحدہ قوت پیدا ہو جائے گی۔ جو سامراج
کو کبھی نصیب نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ سامراج عوام کو جمہوری
حقوق سے محروم کرتا ہے۔ قوموں کو آزادی سے محروم کرتا
ہے۔ اور اپنے منصوبوں کی بنیاد دھمکیوں اور جہم لپسندی پر
رکھتا ہے۔ سامراجیوں کی صف میں خوف اور بے چینی بڑھ
رہی ہے۔ یہ ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ اس کے پیروں تلے سے
زمین نکل رہی ہے اور اس کے مقابلہ میں جمہوریت اور سوشلزم
کی قوتیں ہر آن طاقت در ہوتی جا رہی ہیں۔"

اس عمل میں تیز رفتاری پیدا کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ رجعت پسندوں
کے ایجنٹ اصلاح پسند سوشلسٹوں کی ناپاک سازشوں کو اچھی طرح بے نقاب کیا جائے
ایک مرتبہ یہ بے نقاب ہو جائیں تو پھر عوام پر سے ان کا اثر ختم ہو جائے گا۔

جینت بھٹ نے قادری پریس محمد علی روڈ بمبئی ۳ سے طبع کروا کر
پیپلز پبلشنگ ہاؤس لمیٹڈ۔ ۱۹۰ بی کھیت واڑی مین روڈ بمبئی ۴
سے شائع کیا۔

نئی کتابیں

پرولتاری انقلاب .... سوا روپیہ
ہندستان کے خلاف امریکی سازش .... ۳ آنے
ایشیا پھر غلام بنے گا؟ .... ۵ آنے

زیر طبع

بالشویک پارٹی کی تاریخ (دوسرا ایڈیشن) .... پانچ روپیہ
سوویت یونین کے خلاف سامراجی سازش کا جال .... ڈھائی روپیہ
کمیونسٹ پارٹی کا آئین (دوسرا ایڈیشن) .... ۳ آنے
سوویت یونین کے دوست ہو یا دشمن؟ (دوسرا ایڈیشن) .... ۳ آنے
اصلاح پسند سوشلسٹ (دوسرا ایڈیشن) .... ۵ آنے
دیہات کے غریبوں سے خطاب۔ از لینن .... ڈیڑھ روپیہ
کمیونسٹ مینی فسٹو (دوسرا ایڈیشن) .... ایک روپیہ

پیپلز پبلشنگ ہاؤس
۱۹۰۳۶۲۷۵ کھیت واڑی مین روڈ
بمبئی ۴